

# محمد علوی مالکی کے عقائد ان کی تحریرات کے آئینہ میں

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد

دارالافتاء جامعہ مدنیہ لاہور

دارالافتاء والتحقیق لاہور

بسم اللہ حامدا و مصلیا

مکہ مکرمہ کے رہنے والے ایک عرب علمی گھرانے کے فرد محمد علوی مالکی صاحب نے منجملہ دیگر کتابوں کے الذخائر المحمدیہ اور حول الاحتفال بذکری المولد النبوی الشریف کے نام سے دو کتابیں لکھیں۔ ان کتابوں کے بہت سے مندرجات پر سعودی عرب کے علماء کے بورڈ کے ایک رکن اور مکہ مکرمہ کے قاضی شیخ عبداللہ بن سلیمان بن منیع نے اعتراض کیا اور ان کے رد میں ایک کتاب 1403ھ میں شائع کی جس کا نام ”حوار مع المالکی فی رد منکراتہ و ضلالاتہ“ رکھا۔ اس کتاب کے مقدمہ میں سعودیہ کے قاضی القضاۃ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے لکھا:

”فقد اطلعت علی امور منکرۃ فی کتب اصدرها محمد علوی المالکی وفي مقدمتها کتابہ الذمیم الذی سماہ الذخائر المحمدیہ. من تلک الامور نسبة لرسول اللہ ﷺ صفات ہی من خصائص اللہ سبحانہ و تعالیٰ کقولہ بان لرسول اللہ مقالید السماوات والارض و ان له ان یقطع ارض الجنة و یعلم الغیب و الروح و الامور الخمسة التي اختص اللہ تعالیٰ بعلمها..... الخ.

(ترجمہ: محمد علوی مالکی صاحب کی لکھی ہوئی کتابوں میں موجود بہت سی قابل نکیر باتوں پر میں مطلع ہوا۔ ان کتابوں میں سب سے مقدم ان کی وہ قابل مذمت کتاب ہے جس کا نام انہوں نے ”الذخائر المحمدیہ“ رکھا ہے۔ ان قابل نکیر باتوں میں ایک یہ ہے کہ اس کتاب میں رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسی صفات کی نسبت کی گئی ہے جو (محض) اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے خصائص میں سے ہیں۔ مثلاً یہ کہ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں رسول اللہ ﷺ

کے پاس ہیں اور یہ کہ آپ جنت کی زمین بطور جاگیر دے سکتے ہیں اور یہ کہ آپ غیب اور روح اور ان پانچ چیزوں کا علم رکھتے ہیں جن کے جاننے کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص رکھا ہے۔)

محمد علوی صاحب کے رد میں دو اور علماء جزائری اور تو بگری نے بھی کتابیں لکھیں۔ ان کے جواب میں محمد علوی صاحب کے ساتھیوں کی جانب سے بھی کتابیں لکھی گئیں۔ مثلاً یوسف ہاشم رفاعی صاحب جو کویت کے وزیر بھی رہ چکے ہیں، انہوں نے 1404ھ میں الرد المحکم المنیع علی منکرات و شبہات ابن منیع شائع کی اور عبدالحی عمر وی اور عبد الکریم مراد نے 1404ھ ہی میں ”التحذیر من الاغترار بما جاء فی کتاب الحوار“ شائع کی اور اسی سال سو صفحات پر مشتمل ایک تیسری کتاب بھی شائع ہوئی جس کا نام اعلام النبیل ہے۔

1405ھ میں محمد علوی صاحب نے اپنے مخالفین کے جواب میں کتاب مفہیم یجب ان تصحیح شائع کی اور اس کے لیے مختلف ملکوں کے علماء سے تقاریض و تصدیقات حاصل کیں۔ یہ تقاریض 62 صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں جب کہ بعض تقاریض کی اشاعت سے طوالت کے سبب معذرت کر لی گئی ہے۔

تصدیقات لکھنے والوں میں بعض تو شروع ہی سے بدعتی ہیں اور بعض جدید قسم کے پروفیسر ہیں۔ پاکستان سے تعلق رکھنے والے جناب صوفی اقبال صاحب، عبدالحفیظ مکی صاحب، مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی اور حافظ صغیر احمد صاحب وغیرہ جو کہ فضائل اعمال (تبلیغی نصاب) کے مصنف حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے خلفاء ہیں لیکن حضرت کی وفات کے بعد انہوں نے محمد علوی مالکی صاحب سے اپنی ارادت کا تعلق جوڑ لیا۔ ان میں سے کل یا بعض حضرات کی کاوشوں سے پاکستان کے بعض مہتمم اور خطیب حضرات سے بھی تصدیقات و تقریظات حاصل ہو گئیں جنہوں نے پڑھے بغیر محض ان حضرات پر اعتماد کیا۔ اور اگر کسی نے کتاب پڑھ کر کچھ تنقید اور تنبیہ کی جیسا کہ کراچی کے

مولانا تقی عثمانی صاحب نے کی تو اس کو سرے سے کتاب میں شائع ہی نہیں کیا۔ ہم نے محمد علوی صاحب کی کتابوں کے مندرجات کا اہل سنت یعنی اشاعرہ و ماتریدیہ کے عقائد اور مسلمات کی روشنی میں مطالعہ کیا اور جو باتیں اہل سنت کے خلاف پائیں ان کو اپنے مضمون میں ذکر کیا۔ ان باتوں کی حد تک ہم محمد علوی صاحب کے مخالف سعودی علماء مثلاً شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز اور شیخ عبداللہ بن سلیمان بن منیع سے متفق ہیں۔

ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ محمد علوی صاحب نے اپنی کتاب میں بہت سی تقریظات محض اس لیے شائع کی ہیں تاکہ اپنے مخالف علماء کو یہ تاثر دے سکیں کہ تم ہی غلطی پر ہو ہمیں تو دنیا بھر کے علماء درست کہتے ہیں اور ہمارے عقائد کو اہل سنت کے عقائد کہتے ہیں۔ اللہ! اللہ! مکہ مکرمہ میں بیٹھ کر شرک و بدعات کی ترویج اور پھر سینہ زوری:

چوں کفر از کعبہ بر خیز کجا ماند مسلمانی

لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت فرماتے ہیں۔ جب محمد علوی صاحب کے حامیوں نے پاکستان میں مفاہیم یجب ان تصحیح کا ترجمہ ”اصلاح مفاہیم“ کے نام سے شائع کیا تو اسی وقت اہل حق کھٹکے کہ شرک و بدعات کو اصل دین بتایا جا رہا ہے اس لیے بہت کچھ کہا سنا گیا اور محمد علوی صاحب کے بارے میں بہت کچھ انکشافات ہوئے۔ ہمارے جامعہ کے رسالہ ”انوار مدینہ“ میں بھی اصلاح مفاہیم پر چار قسطوں میں مفصل تبصرہ شائع ہوا جس میں محمد علوی صاحب کے شرک و بدعات کی نشاندہی کی گئی اور ان کا مدلل رد لکھا گیا۔

ابھی حال ہی میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں محمد علوی صاحب کی بہت سی کتابیں دستیاب ہوئیں اور ان کے حامیوں اور مخالفین کی کتابیں بھی ملیں۔ جن جن حضرات نے اس سلسلہ میں ہم سے تعاون کیا ہم ان کے انتہائی شکر گزار ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو خاص اجر عطا فرمائیں۔ ہم نے خارجی تحقیقات سے قطع نظر

کرتے ہوئے صرف محمد علوی صاحب کی کتابوں سے ضرورت کی باتیں اکٹھی کر دی ہیں۔ اہل علم اور اہل حق حضرات سنجیدگی سے اس خطرے پر غور کریں کہ پاکستان سے تعلق رکھنے والے وہ حضرات جو آج محمد علوی صاحب کے حمایتی ہیں ہمارے اور سعودی علماء کے درمیان کبھی ختم نہ ہونے والی دوریاں تو نہیں پیدا کر رہے۔

آخر میں ہم محمد علوی صاحب کی تحریر سے متعلق چند باتیں ذکر کرتے ہیں:

(1) محمد علوی صاحب کھل کر بات نہیں کہتے۔ ایک جگہ تھوڑی سی بات لپیٹ کر کر دی، پھر کسی اور جگہ تھوڑی سی مزید بات گھما پھرا کر کہہ دی اور کہیں اپنے عقیدے کے خلاف تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی تاکہ پڑھنے والے کو مغالطہ دیا جاسکے۔ خصوصاً مفہیم میں انہوں نے یہ دجل خوب کیا ہے۔

(2) ایک دعویٰ کرتے ہیں جب کہ دلیل سے اس کا کچھ تعلق نہیں ہوتا، لیکن اپنے دعوے کو پھیر پھیر کر اتنی مرتبہ کہیں گے کہ عام پڑھنے والا دلیل پر غور ہی نہ کر سکے۔ اسی طرز میں محمد علوی صاحب اپنی کامیابی سمجھتے ہیں۔

(3) عقائد سے متعلق محمد علوی صاحب کے کچھ ضابطے ہم نے آگے نقل کئے ہیں، محمد علوی صاحب کے عقائد کو ان کی عبارتوں سے سمجھنے کے لیے ان ضابطوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

(4) غیر مقدور العباد امور کی غیر اللہ سے طلب کے جواز کے اپنے عقیدے پر محمد علوی صاحب پردہ ڈالنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے خلق و ایجاد کا بار بار تذکرہ کرتے ہیں۔ قدرت اور خلق میں فرق اہل علم پر مخفی نہیں۔

## محمد علوی صاحب کے عقائد کے بارے میں ضابطے

### (1) رسول اللہ ﷺ کی مدح میں غلو

محمد علوی مالکی صاحب اپنی کتاب مفاہیم یجب ان تصحیح میں لکھتے ہیں۔

”اننا بفضل الله تعالى نعرف ما يجب لله تعالى و ما يجب لرسوله ﷺ و نعرف ما هو محض حق لله تعالى و ما هو محض حق لرسوله ﷺ من غير غلو ولا المراء يصل الى حد وصفه بخصائص الربوبية و الالهية في المنع و العطاء و النفع و الضرر الاستقلالی (دون الله تعالى) و السلطة الكاملة و الهيمنة الشاملة و الخلق و الملك و التدبير و التفرد بالكمال و الجلال و التقديس و التفرد بالعبادة بمختلف انواعها و احوالها و مراتبها.

(ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم ان باتوں کو بھی جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لائق ہیں اور جو اس کے رسول ﷺ کے لائق ہیں اور ان باتوں کو بھی جانتے ہیں جو محض اللہ تعالیٰ کا حق ہیں اور جو محض اس کے رسول ﷺ کا حق ہیں اور رسول کے حق میں ہم ایسا غلو نہیں کرتے جو ربوبیت اور الوہیت کے خصائص کی حد تک لے جائے جیسے (کسی کے دیے بغیر محض) ذاتی اور استقلالی نفع و ضرر اور منع و عطاء اور کامل قدرت اور خلق اور ملکیت اور تدبیر اور کمال جلال و تقدیس میں یکتائی اور عبادات کی ہر نوع و حالت و مرتبہ کے استحقاق میں یکتائی)۔

”اما الغلو الذی یعنی التغالی فی محبتہ و طاعته و التعلق بہ فهذا محبوب و مطلوب کما جاء فی الحدیث لا تطرونی کما اطرت النصارى ابن مریم“

والمعنی ان اطراءہ و التغالی فیہ و الثناء علیہ بما سوى ذلک هو محمود۔ ولو کان معناه غیر ذلک لکان المراد هو النهی عن اطرائہ و مدحہ اصلاً، و معلوم ان هذا لا یقولہ اجهل جاهل فی المسلمین فان الله تعالى عظم النبی ﷺ فی القرآن باعلی انواع التعظیم فیجب علینا ان نعظم من عظمہ الله تعالى و امر بتعظیمہ۔ نعم یجب علینا ان لا نصفہ بشئ من صفات الربوبیہ و رحم الله القائل حیث قال دع ما ادعته النصارى فی نبیہم و احکم بما شئت مدحاً فیہ و احتکم۔

فلیس فی تعظیمہ ﷺ بغير صفات الربوبیہ شئ من الکفر والا شراک بل ذلک من اعظم الطاعات و القربات (مفاهیم یجب ان تصحح ص: 78)

ترجمہ: رہی آپ ﷺ کی محبت اور اطاعت اور آپ سے تعلق میں غلو اور مبالغہ تو یہ تو محبوب اور مطلوب ہے جیسا کہ حدیث میں ہے ”میرے بارے میں اس طرح غلو اور مبالغہ نہ کرو جس طرح نصاری نے ابن مریم کے بارے میں کہا ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نصاری کے سے غلو کے علاوہ آپ کی مدح میں خوب مبالغہ کرنا جائز ہے۔ اگر حدیث کا یہ مطلب نہ ہو تو پھر تو یہ مراد ہوگی کہ آپ ﷺ کی سرے سے مدح ہی نہ کرو، حالانکہ جاہل سے جاہل مسلمان بھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی قرآن

پاک میں اعلیٰ انواع کی تعظیم کی ہے۔ لہذا ہم پر واجب ہے کہ ہم بھی اس ذات کی تعظیم کریں جس کی تعظیم خود اللہ تعالیٰ نے کی ہے اور جس کی تعظیم کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ہاں ساتھ ہی ہم پر یہ بھی واجب ہے کہ ہم آپ کو کسی صفت ربوبیت کے ساتھ متصف نہ ٹھہرائیں اور اللہ تعالیٰ اس شعر کے کہنے والے پر رحمت نازل فرمائیں:

(شعر کا ترجمہ: نصاریٰ نے اپنے نبی کے بارے میں جو دعویٰ کیا ہے تم اپنے نبی کے بارے میں ایسا نہ کرو ہاں اس کے علاوہ مدح و تعریف میں جو چاہو صفت بیان کرو اور کہو۔)

غرض صفات ربوبیت کو چھوڑ کر اور صفات کے ساتھ نبی کی تعظیم کرنا کوئی کفر و شرک نہیں ہے بلکہ اعلیٰ درجے کی نیکی ہے۔  
بعینہ یہی عبارت محمد علوی صاحب کی ان دو کتابوں میں بھی ہے:

هو الله ص 81-82 . قل هذه سبيلي ، ص 23-22

ہم کہتے ہیں کہ اہل علم پر مخفی نہیں کہ یہ ضابطہ کس قدر غلط اور گمراہ کن ہے۔ وہ تعریف جو نصوص کے معارض ہو وہ کیونکر جائز ہو سکتی ہے اور محمد علوی صاحب کا یہ کہنا کہ ”ہم پر واجب ہے کہ ہم آپ کو کسی صفت ربوبیت کے ساتھ متصف نہ ٹھہرائیں“ اس سے خوش فہمی نہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک صفت ربوبیت اس وقت بنتی ہے جب وہ مثلاً ذاتی ہو، عطائی نہ ہو، لہذا محمد علوی صاحب جب نبی ﷺ کے لیے علم محیط اور علم کلی مانتے ہیں تو چونکہ وہ عطائی ہے، ذاتی نہیں ہے اس لیے صفت ربوبیت نہیں ہے۔ یہ گمراہی محتاج بیان نہیں ہے۔

(2) خالق و مخلوق کے درمیان جو امور مشترک ہیں جب ان کو دونوں میں

تمام اعتبار سے ایک جیسا نہ سمجھا جائے تو یہ شرک نہیں



محمد علوی صاحب اپنی کتاب مفاہیم يجب ان تصح میں لکھتے ہیں۔

”وقد اخطاء كثير من الناس فهم بعض الامور المشتركة بين المقامين (مقام الخالق و مقام المخلوق) فظن ان نسبتها الى المخلوق شرک بالله تعالى‘.

ومن ذلك بعض الخصائص النبويه مثلا التي يخطئ بعضهم في فهمها فيقيسونها بمقياس البشريه و لذلك يستكثرونها و يستعظمونها على رسول الله ﷺ و يرون ان وصفه بها معناه و صفه ببعض صفات الالهية و هذا جهل محض لانه سبحانه و تعالى يعطى من يشاء و كما يشاء بلا موجب ملزم و انما هو تفضل على من اراد اكرامه، و رفع مقامه و اظهار فضله على غيره من البشر و ليس في ذلك انتزاع لحقوق الربوبية و صفات الالهية فهي محفوظة بما يناسب مقام الحق سبحانه و تعالى، و اذ اتصف المخلوق بشئ منها فيكون بما يناسب البشريه من كونها محدودة مكتسبة باذن الله و فضله و ارادته لا بقوة المخلوق ولا تدبيره والا امره اذ هو عاجز ضعيف لا يملك لنفسه ضرا ولا نفعا ولا موتا ولا حياة ولا نشورا و كم من امور جاء ما يدل على انها حق الله سبحانه و تعالى و لكنه سبحانه و تعالى من بها على نبيه ﷺ وغيره. و حينئذ فلا يرفعه و صفه بها الى مقام الالهيه او يجعله شريكا لله سبحانه و تعالى“

(مفاهیم يجب ان تصح ص: 83، هو الله ص: 88).

بہت سے لوگوں نے خالق و مخلوق کے درمیان بعض مشترک امور کو سمجھنے میں غلطی کی اور گمان کیا کہ ان امور کی مخلوق کی طرف نسبت کرنا اللہ

تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے۔

ان امور مشترکہ میں سے بعض نبی ﷺ کے وہ خصائص ہیں جن کو بعض لوگ سمجھ نہیں پاتے اور بشریت کے پیمانے پر ان کو ناپتے ہیں اور نتیجہ میں اس کو رسول اللہ ﷺ کے حق میں حد سے تجاوز اور آپ کو صفات الہیہ کے ساتھ متصف ٹھہرانا خیال کرتے ہیں ان لوگوں کی یہ بات محض جہالت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اور جیسا چاہتے ہیں بغیر کسی جبر کے عطا فرماتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ دوسروں پر جس کی بزرگی اور فضیلت کے اظہار کا ارادہ فرماتے ہیں اس پر محض ان کی عطا ہوتی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے حقوق و صفات کو جدا نہیں کیا جاتا، بلکہ وہ تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے مقام پر ہی محفوظ ہیں۔ جب کوئی مخلوق ان میں سے کسی وصف کے ساتھ متصف ہوتی ہے تو وہ وصف بشریت کے مناسب ہوتا ہے یعنی وہ محدود ہوتا ہے اور اللہ کے فضل، حکم اور ارادہ سے عطا ہوتا ہے۔ مخلوق کی قوت اور تدبیر اور امر کو اس کے حصول میں کچھ دخل نہیں ہوتا، کیونکہ وہ تو عاجز اور ضعیف ہے اپنی ذات کے لیے نفع و نقصان اور زندگی و موت اور مرنے کے بعد جینا کسی بھی چیز کا مالک نہیں۔ بہت سے امور ہیں جن کے بارے میں دلیل موجود ہے کہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حق ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اور دوسروں کو محض اپنے احسان سے وہ چیزیں عطا فرمائیں۔

لہذا نبی ﷺ کو ان امور کے ساتھ متصف ٹھہرانا نہ تو آپ کو مقام الوہیت میں لے جانا ہے اور نہ ہی آپ کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا شریک بنانا ہے۔

(3) کوئی موحد جب غیر مقدور العبد فعل کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرے تو

وہ نسبت مجازی ہے

محمد علوی صاحب مفہیم یجب ان تصحیح میں لکھتے ہیں:

”ولا شک ان المجاز العقلي مستعمل فی الكتاب والسنة.....

و اما الاحادیث ففيها شیء كثير يعرفه من وقف عليها و كان ممن يعرف الفرق بين الاسناد الحقيقي والمجازي فلا حاجة الى الا طالة بنقلها. قال العلماء ان صدور ذلك الاسناد من موحد كاف فی جعله اسنادا مجازيا لان الاعتقاد الصحيح هو اعتقاد ان الخالق للعباد و افعالهم هو الله وحده لا تاثير لاحد سواه لا لحی ولا لمیت فهذا الاعتقاد هو التوحيد المحض بخلاف ما لو اعتقد غير هذا فانه يقع فی الاشراك (مفہیم یجب ان تصحیح: ص 85 ، هو الله 91)

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن و سنت میں مجاز عقلی کا استعمال ہوا ہے۔۔۔ اور احادیث میں بھی اس کی بہت سی مثالیں ہیں جن کو وہ شخص پہچانتا ہے جو اسناد حقیقی اور اسناد مجازی کے درمیان فرق کر سکتا ہے علماء نے کہا ہے ”کسی موحد سے ایسی نسبت و اسناد کا صدور (جس میں کسی بندے کی طرف کسی غیر مقدور العبد شے کی نسبت ہو، مثلاً یوں کہا جائے کہ یا رسول اللہ مجھے شفا عطا فرما دیجئے یا مجھے اولاد عطا فرما دیجئے وغیرہ) اس بات کے لیے کافی ہے کہ اس کو مجاز قرار دیا جائے کیونکہ صحیح عقیدہ یہی ہے کہ یہ اعتقاد ہو کہ بندوں کا اور ان کے افعال کا خالق تنہا اللہ تعالیٰ ہے۔ سوائے اس کے خلق میں کسی اور کی کچھ تاثیر نہیں نہ کسی زندے کی اور نہ کسی مردے کی۔ یہی توحید خالص کا عقیدہ ہے اس کے علاوہ جو ہے وہ شرک ہے۔

ہم کہتے ہیں جب محمد علوی صاحب یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ

ﷺ اور دیگر رسولوں و لیوں کو لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے کی قدرت دی ہوئی ہے اور وہ

اس قدرت کو کام میں لاتے ہوئے لوگوں کی حاجتیں پوری کرتے ہیں جیسا کہ آگے بیان ہوگا اور ان سے فریاد کرنے والا بھی یہی عقیدہ رکھتا ہو تو یہ مجاز عقلی نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ مجاز عقلی کی تعریف علامہ سکاکیؒ نے مفتاح العلوم میں یوں کی ہے: المجاز العقلي هو الكلام المفاد به خلاف ما عند المتكلم من الحكم فيه لضرب من التاويل افادة للخلاف لا بوساطه وضع.

اس کا حاصل یہ ہے کہ مجاز عقلی میں ایک شرط یہ ہے کہ متکلم کا عقیدہ ظاہر عبارت کے خلاف ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ کلام میں تاویل کی ضرورت ہو۔

محمد علوی صاحب کے عقیدے کے مطابق جب کوئی یوں کہے اے رسول مجھے شفا دیجئے یا یوں کہے رسول نے مجھے شفا دی اور اس کا عقیدہ یہ ہو کہ رسول نے اللہ کے حکم سے اور اللہ کی دی ہوئی قدرت سے مجھے شفا دی اور یہ رسول کا فعل ہے تو عقیدہ ظاہر کلام کے خلاف بھی نہ ہوا اور تاویل کی ضرورت بھی نہیں تو محمد علوی صاحب کا اس کو مجاز عقلی کہنا بالکل غلط ہے۔

## محمد علوی مالکی صاحب کے عقائد

(1) نبی اکرم ﷺ کو ہر ہر شے کا علم دیا گیا

محمد علوی مالکی لکھتے ہیں:

و اوتی علم کل شیء حتی الروح والخمس التی فی آیة ان اللہ عنده علم الساعة --- الخ (الذخائر المحمدیہ ص 205)

رسول اللہ ﷺ کو ہر چیز کا علم دیا گیا یہاں تک کہ روح کا بھی اور مغیبات خمسہ کا بھی جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيَنْزِلُ الْغَيْثُ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ --- (سورہ لقمان)

(2) نبی کریم ﷺ کو علم غیب دیا گیا

محمد علوی صاحب لکھتے ہیں:

و کم من امور جاء ما يدل علی انها حق اللہ سبحانہ و تعالیٰ و لکنہ سبحانہ و تعالیٰ من بها علی نبیہ ﷺ و غیرہ --- فمنها علم الغیب فهو اللہ سبحانہ و تعالیٰ (قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللہ) و قد ثبت ان اللہ تعالیٰ علم نبیہ من الغیب ما علمہ و اعطاه ما اعطاه (عالم الغیب فلا یظر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول) الایہ (مفاهیم یجب ان تصح ص 83 هو اللہ ص 89)

کتنے ہی امور ہیں جن کے بارے میں دلیل موجود ہے کہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حق ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بھی اور دوسروں کو بھی احسان کے طور پر عطا فرمائے۔۔۔ ان میں سے ایک علم غیب ہے۔ علم غیب صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو حاصل ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ اور ساتھ میں یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو غیب کا جو چاہا علم سکھایا اور عطا فرمایا جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ۔

ہم کہتے ہیں

علم غیب اصلاً تو اس کو کہتے ہیں کہ ذات کو ایسی قوت حاصل ہو جائے کہ وہ بغیر کسی واسطے کے امور و اشیاء کو معلوم کر سکے۔ محمد علوی صاحب کی اگر یہ مراد ہے تو یہ عقیدہ بھی غلط ہے اگرچہ اس کو بھی مان لیا جائے کہ نبی ﷺ کی وہ قوت ذاتی نہیں تھی عطائی تھی اور محدود و متناہی تھی۔

محمد علوی صاحب کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے یوسف سید ہاشم رفاعی اپنی کتاب الرد المحکم المنیع میں لکھتے ہیں:

”العلم بالغیب علماں: علم ذاتی مطلق تفصیلی محیط بجمیع المعلومات الا لہیة بالا ستغراق الحقیقی و هذا خاص باللہ جل جلالہ لا یشارکہ فیہ احد و من اثبت شیئاً منہ ولو ادنی من ادنی من ذرہ لاحد من العالمین فقد کفرو اشرك و هلك و علم عطائی مکتسب من اللہ تعالیٰ لبعض عبادہ مثل الانبیاء علیہم الصلاۃ و السلام۔ (الرد المحکم المنیع ص 29)۔

غیب کا علم دو طرح کا ہے ایک وہ جو ذاتی ہے مطلق ہے تفصیلی ہے اور

حقیقتاً مکمل طور پر تمام معلومات الہیہ کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہ خاص اللہ جل جلالہ کے لیے ہے اور اس میں کوئی اس کے ساتھ شریک نہیں جو کوئی جہانوں میں سے کسی کے لیے بھی اس علم کے ذرہ کا ادنیٰ سے ادنیٰ حصہ بھی مانے گا تو اس نے کفر کیا اور شرک کیا اور وہ ہلاک ہوا۔ دوسرا وہ جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا شدہ ہے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہوتا ہے۔

یوسف ہاشم رفاعی کے اس اقتباس سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب سے امتیاز کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ نبی ﷺ کا علم غیب ذاتی نہیں عطائی ہے۔ ان کی اور محمد علوی صاحب کی کتابوں میں کوئی ایسی بات نہیں ملتی کہ جس سے اس کی نفی ہو کہ جیسے بغیر کسی واسطے کے اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اس طرح نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وہ قوت دے دی ہو جس سے بغیر واسطے کے آپ اشیاء کو جان لیتے ہوں۔ محمد علوی صاحب کا نبی ﷺ کے لیے علم غیب کے لفظ کا اطلاق کرنا اس قوت کے اثبات کی خود دلیل ہے۔

اور اگر علم غیب سے محمد علوی کی مراد مغیبات کا علم ہے تو چونکہ وہ ہر شے کا علم نبی ﷺ کے لیے مانتے ہیں یہاں تک کہ مغیبات خمسہ کا علم بھی مانتے ہیں لہذا محمد علوی صاحب کے نزدیک نبی ﷺ کو تمام ہی مغیبات کا علم ہوا۔ دوسرے لفظوں میں کہہ سکتے ہیں کہ آپ ﷺ کو علم غیب کلی حاصل تھا۔ اس عقیدہ کا بطلان خود واضح ہے۔

(3) رسول اللہ ﷺ کی روح مبارکہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے:

محمد علوی صاحب لکھتے ہیں۔

”روحانیۃ المصطفیٰ ﷺ حاضرة فی کل مکان فہی تشہد اماکن الخیر و مجالس الفضل و الدلیل علی ذلک ان الروح من حیث روح غیر مقیدہ فی البرزخ بل منطلقہ تسبح فی ملکوت اللہ“ (الذخائر المحمدیہ ص 259)

حضرت محمد ﷺ کی روحانیت ہر جگہ موجود ہے لہذا وہ خیر کی جگہوں اور

فضل و ذکر کی مجلسوں میں حاضر ہوتی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ روح ہونے کے اعتبار سے آپ ﷺ روح برزخ میں مقید نہیں بلکہ آزاد ہے اور اللہ کی ملکوت میں پھرتی رہتی ہے۔

”ویوید هذا الاستحضار التشخيصى والحضور الروحانى انه عليه الصلوة و السلام متخلق باخلاق ربه و قد قال عليه الصلاة و السلام فى الحديث القدسى انا جليس من ذكرنى و فى روايه انا مع من ذكرنى فكان مقتضى تاسيه بربه و تخلقه باخلاقه ان يكون ﷺ حاضرا مع ذاكره فى كل مقام يذكر فيه بروحه الشريفه (حول الاحتفال بذكرى المولد النبوى، حوار مع المالکی ص: 184 ص: 43 حق چار یا فروری 1995ء)

آپ ﷺ کے ذہنی استحضار اور آپ کی روحانی موجودگی کو اس سے بھی تقویت ملتی ہے کہ آپ اپنے رب کے اخلاق اپنے اندر سموئے ہوئے تھے۔ ایک حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو میرا ذکر کرے میں اس کا ہم نشین ہوتا ہوں اور ایک روایت میں ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ چونکہ نبی ﷺ اپنے رب کے اخلاق اپنے اندر سموئے ہوئے تھے اور اپنے رب کے طریقے کو اختیار کئے ہوئے تھے لہذا اس کا تقاضا ہے کہ جس مقام میں بھی آپ کا ذکر ہو آپ کی روح مبارکہ آپ کا ذکر کرنے والے کے پاس ہو۔

(نوٹ: یہ عبارت حول الاحتفال کے نئے طبع شدہ نسخوں سے نکال دی گئی ہے لیکن اس سے رجوع کا اعلان نہیں کیا گیا ہے۔ لہذا ہم یہ سمجھنے میں حق بجانب ہیں کہ محمد علوی صاحب نے تقیہ کیا ہے، اور ان کے عقیدہ میں کچھ فرق نہیں آیا ہے۔)

ہم کہتے ہیں



ان دونوں حوالوں سے یہ بات حاصل ہوئی کہ وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کی روح مبارکہ عالم بزرخ میں آزاد ہے اور ہر جگہ حاضر ہے۔ خصوصاً مجالس خیر میں اور وفات سے پہلے بھی چونکہ آپ ﷺ اپنے رب کے اخلاق اپنے اندر سموئے ہوئے تھے۔ لہذا آپ ﷺ کی حیات میں بھی آپ ﷺ کی روح مبارکہ ہر اس شخص کے ساتھ ہوتی تھی جو آپ کا ذکر کرتا تھا خواہ وہ کسی بھی مقام پر ہو۔ یہ عقیدہ بھی اہل سنت کے خلاف ہے اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ محمد علوی صاحب کو خیر سے اخلاق کا مطلب بھی معلوم نہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کے تمام خزانے نبی ﷺ

کو دے دیئے اب آپ ﷺ ان کو مخلوق میں تقسیم کرتے ہیں  
محمد علوی صاحب لکھتے ہیں۔

”فکل الارزاق من كفه و فى الحديث (اوتيت مفاتيح خزائن السموت والارض) اى التى قال الله تعالى فيها له مقاليد السموت والارض) اى مفاتيحها---- فقد اعطاها عز وجل لحبيبه ﷺ و فى الحديث ايضا الله معط و انا القاسم“ (الذخائر المحمديه ص: 110)

پس تمام رزق رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ سے ہی ملتا ہے۔ حدیث میں ہے مجھے آسمانوں اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں اور انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اللہ کے پاس ہیں تو اللہ عزوجل نے کنجیاں اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمادیں۔ نیز حدیث میں ہے اللہ دینے والے ہیں اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

مع انهم يعلمون كل العلم ان المعطى حقيقه هو الله و ان المانع والباسط و الرازق هو الله و انه ﷺ يعطى باذن الله و فضله و هو الذى يقول انا قاسم والله معط. (مفاهيم يجب ان تصح ص 970)

حالانکہ وہ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ دینے والے ہیں حقیقتاً تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں اور روکنے والی اور کشادہ کرنے والی اور رزق دینے والی ذات تو بس اللہ کی ہے البتہ نبی ﷺ اللہ کے حکم اور فضل سے دیتے ہیں اور آپ ہی فرماتے ہیں کہ میں تو محض تقسیم کرنے والا ہوں دینے والے تو اللہ ہیں۔

(5) اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو لوگوں کی ہر قسم کی حاجتیں پوری کرنے کی

قدرت دی ہے

محمد علوی صاحب لکھتے ہیں:

”يعلم كل احد ان الموحّد اذا طلب شيئاً من ذوى الجاه عند الله فلا يريد منهم ان يخلقوا شيئاً ولا هو معتقد فيهم شيئاً من ذلك و انما يريد ان يتسببوا له بما اقدرهم الله عليه من دعاء و ما شاء الله من تصرف (مفاهيم يجب ان تصحح ص . 174)

ہر شخص جانتا ہے کہ موحّد جب اللہ کے ہاں مرتبہ والے لوگوں سے کچھ بھی طلب کرتا ہے تو اس کی مراد یہ نہیں ہوتی کہ وہ اس کے لیے اس چیز کو پیدا کریں اور نہ اس کا ان کے بارے میں خالق ہونے کا عقیدہ ہوتا ہے بلکہ اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دعا کرنے اور تصرف کرنے کی جو قدرت عطا فرمائی ہے اس کو وہ سبب کے طور پر کام میں لائیں۔

”ولو لم يكن للفقيه من الدليل على صحة التوسل والا

ستغاثه به ﷺ بعد وفاته الا قياسه على التوسل والا ستغاثه به في حياته الدنيا لكفى فانه حي الدارين، دائم العناية بامته متصرف باذن الله في شؤونها خبير باحوالها.“ (مفاهيم يجب ان تصحح

آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ سے توسل اور استغاثہ پر فقیہ کے لیے اس قیاس کے علاوہ کوئی اور دلیل بھی نہ ہو کہ آپ کی حیات میں آپ سے توسل اور استغاثہ کرنا صحیح تھا تو یہی دلیل کافی ہے کیونکہ آپ ﷺ اس وقت بھی حیات ہیں اور اپنی امت پر آپ کی نظر عنایت متواتر ہے، آپ امت کے احوال سے باخبر ہیں اور امت کے معاملات میں اللہ کے حکم سے تصرف کرتے ہیں۔

”حيث ثبتت حياة الارواح بالادلة القطعية ولا يسعنا بعد ثبوت الحياة الا اثبات خصائصها فان ثبوت الملزوم يوجب ثبوت اللازم كما ان نفى اللازم يوجب نفى الملزوم كما هو معروف.“  
واى مانع عقلاً من الاستغاثة الى الله بها والاستمداد منها كما يستعين الرجل بالملائكة فى قضاء حوائجه او كما يستعين الرجل بالرجل (وانت بالروح لا بالجسم انسان)  
وتصرفات الارواح على نحو تصرفات الملائكة. لا تحتاج الى مماسة ولا آلة. فليست على نحو ما تعرف من قوانين التصرفات عندنا فانها من عالم آخر.

ولا شك ان الارواح لها من الاطلاق والحرية ما يمكنها من ان تجيب من يناديها وتغيث من يستغيث بها كالاحياء سواء بسواء بل اشد واعظم. (مفاهيم. بجب ان تصحح ص. 180)  
جب قطعی دلائل سے ارواح کے لیے حیات ثابت ہوگئی تو حیات کے ثبوت کے بعد ہمیں حیات کے خصائص کو بھی ماننا پڑے گا کیونکہ ملزوم کا ثبوت لازم کے ثبوت کا موجب ہوتا ہے جیسا کہ لازم کی نفی ملزوم کی نفی کی موجب ہوتی ہے۔

اور ارواح کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے استغاثہ سے اور ارواح سے استعانت سے آخر کونسا عقلی مانع موجود ہے۔ یہ استعانت اور استمداد ایسی ہی ہے جیسی کہ آدمی اپنی ضروریات کو پورا کرنے میں فرشتوں سے مدد لیتا ہے یا جیسے ایک آدمی دوسرے سے لینا ہے (اور تم روح کی وجہ سے انسان ہونہ کہ محض جسم کی وجہ سے)۔

فرشتوں کے تصرفات کی طرح ارواح کے تصرفات کے لیے بھی چھونے کی یا کسی آلہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہمارے ہاں تصرفات کے جو قوانین اور ضابطے ہیں وہ ارواح کے ہاں نہیں ہیں کیونکہ وہ دوسرا عالم ہے۔ اور کوئی شک نہیں کہ ارواح کو جو آزادی حاصل ہے اس سے ان کے لیے ممکن ہوتا ہے کہ وہ زندوں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ اپنے پکارنے والوں کو جواب دیں اور اپنے سے فریاد رسی کرنے والوں کی فریاد پوری کریں۔

”لیس احد من الخلق قادر اعلیٰ الفعل او الترك بنفسه استقلالاً دون الله او بالمشاركة مع لله او ادنی من ذلك فالمتصرف فی الكون هو الله سبحانه و تعالیٰ ولا یملک احد شیئا الا اذا ملک الله ذلك و اذن له فی التصرف فيه ولا یملک احد لنفسه فضلا عن غیره نفعا ولا ضرا ولا موتا ولا حیاتا ولا نشورا الا ما شاء الله باذن الله فی النفع و الضرر حیث بذ هذا الحد و مقید بهذا القید و نسبتہ الی الخلق علی سبیل التسبب و التکسب لا علی سبیل الخلق او الا یجاد او التأثير او العلة او القوة و النسبة فی الحقيقة مجازية لیست حقيقة.

(مفاهیم یجب ان تصحح ص. 171)

مخلوق میں سے کوئی بھی خود کسی فعل یا ترک پر قادر نہیں خواہ تنہا اور اللہ

تعالیٰ سے بے نیاز ہو کر خواہ اللہ کے ساتھ شریک ہو کر۔ تو کائنات میں اصل تصرف کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے اور کوئی کسی شے کا مالک نہیں مگر یہ کہ اللہ اس کو اس شے کا مالک بنادیں اور اس میں تصرف کرنے کی اجازت دے دیں اور دوسرے کے لیے تو کجا کوئی اپنے لیے بھی نفع یا ضرر یا زندگی یا موت یا موت کے بعد جی اٹھنے کا اختیار نہیں رکھتا، مگر جتنا اللہ چاہیں اور جب اللہ حکم دیں۔

تو اس صورت میں نفع و ضرر (کا اختیار) اس حد کے ساتھ محدود ہوگا اور اس قید کے ساتھ مقید ہوگا (یعنی یہ کہ وہ اللہ کے دیئے سے ہے اور اتنا ہے جتنا اللہ نے چاہا) اور مخلوق کی طرف نفع و ضرر کی نسبت سبب اور کسب کے اعتبار سے ہے خلق و ایجاد یا تاثیر و علت یا قوت کے اعتبار سے نہیں ہے اور درحقیقت نسبت مجازی ہے حقیقی نہیں۔

”وَقَدْ كَانَ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ يَسْتَعِينُونَ بِهِ ﷺ وَيَسْتَغِيثُونَ وَيَطْلُبُونَ مِنْهُ الشِّفَاعَةَ وَيَشْكُونَ حَالَهُمْ إِلَيْهِ مِنَ الْفَقْرِ وَالْمَرَضِ وَالْبَلَاءِ وَالْدِّينِ وَالْعِزِّ كَمَا ذَكَرْنَاهُ. وَمَعْلُومٌ أَنَّهُ ﷺ لَا يَفْعَلُ ذَلِكَ بِنَفْسِهِ اسْتِقْلَالًا بِذَاتِهِ أَوْ بِقُوَّتِهِ وَانَّمَا هُوَ بِإِذْنِ اللَّهِ وَآمِرُهُ وَقُدْرَتِهِ وَهُوَ عَبْدٌ مَامُورٌ لَهُ مَقَامُهُ وَجَاهُهُ عِنْدَ رَبِّهِ.....“

ولذلك تراه ﷺ في بعض الأحيان يئنه على هذا إذا ظهر له بطريق الوحي أو الحال أن السائل أو السامع ناقص الاعتقاد..... ففي موقف يسأله و يستغيثون به فيجيبهم إلى طلبهم بل و يخبرهم بين أمرين الصبر على البلاء مع ضمانة الجنة أو كشف البلاء سريعاً كما خير الأعمى و خير المرأة التي تصرع.....“

وبهذا يظهر لك ان عقيدتنا بحمد الله اصفى عقيدة  
واطهر. فالعبد لا يفعل شيئا بنفسه مهما كانت رتبته او درجته  
حتى افضل الخلق ﷺ انما يعطى ويمنع ويضر وينفع ويجب  
ويعين بالله سبحانه و تعالى. (مفاهيم يجب ان تصحح ص  
191).

صحابہ رضی اللہ عنہم نبی ﷺ سے استعانت طلب کرتے تھے اور آپ  
سے فریاد کرتے تھے اور آپ سے سفارش مانگتے تھے اور اپنے فقر، مرض،  
مصیبت، قرض اور عاجزی کی شکایت آپ سے کرتے تھے۔

یہ بات معلوم ہے کہ نبی ﷺ ان امور (یعنی فریاد رسی اور فقر، مرض  
مصیبت وغیرہ کو دور کرنے) کو محض اپنی ذات اور قوت سے نہیں کیا کرتے  
تھے بلکہ اللہ کے حکم اور اس کی دی ہوئی قدرت سے کیا کرتے تھے کیونکہ آپ  
تو حکم کے تابع بندے ہیں جن کا اپنے رب کے ہاں بڑا مقام اور مرتبہ  
ہے.....

اسی لیے تم دیکھتے ہو کہ جب نبی ﷺ کو وحی سے یا حالات سے معلوم  
ہو جاتا کہ سائل ناقص عقیدہ والا ہے تو آپ ﷺ کبھی اس پر تنبیہ فرماتے.....  
تو کسی موقع پر لوگ آپ سے سوال کرتے اور فریاد کرتے تو آپ ان کی  
طلب پوری فرما دیتے بلکہ ان کو دو چیزوں میں اختیار دیتے تھے۔ یعنی جنت  
کی ضمانت کے ساتھ مصیبت پر صبر یا فوری طور پر مصیبت کی دوری جیسا کہ  
آپ ﷺ نے نابینا کو اور مرگی والی عورت کو اختیار دیا تھا.....

اس سے ظاہر ہوا کہ الحمد للہ ہمارا عقیدہ بالکل صاف اور پاک ہے اور  
وہ یہ کہ بندے کا خواہ کتنا ہی بڑا مرتبہ اور درجہ ہو وہ اپنی ذات سے کچھ نہیں کر  
سکتا۔ یہاں تک کہ مخلوق میں سب سے افضل یعنی رسول اللہ ﷺ بھی محض

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے واسطہ سے عطا کرتے ہیں اور روکتے ہیں اور نقصان پہنچاتے ہیں اور نفع دیتے ہیں اور طلب پوری کرتے ہیں اور مدد کرتے ہیں۔

(6) زندہ اور وفات یافتہ انبیاء اور اولیاء سے غیر مقدور العبد چیزوں کا

سوال جائز ہے

محمد علوی صاحب اس جواز کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فان الناس انما يطلبون منهم ان يتسببوا عند ربهم في قضاء ما طلبوه من الله عز وجل بان يخلقه سبحانه بسبب تشفعهم و دعاءهم و توجههم كما صح ذلك في الضرير وغيره ممن جاء طالبا مستغيثا متوسلا به الى الله و قد اجابهم الى طلبهم و جيد خواطرهم و حقق مرادهم باذن الله و لم يقل ﷺ لواحد منهم اشركت.

و هكذا كل ما طلب منه من خوارق العادات كشفاء الداء العضال بلا دواء و انزال المطر من السماء حين الحاجة اليه و لا سحب و قلب الاعيان و نبع الماء من الاصابع و تكثير الطعام و غير ذلك فهو مما لا يدخل تحت قدرة البشر عادة و كان يجيب اليه و لا يقول عليه الصلاة و السلام لهم انكم اشركتم فجددوا اسلامكم فانكم طلبتم مني ما لا يقدر عليه الا الله. اف يكون هؤلاء اعلم بالتوحيد و بما يخرج عن التوحيد من رسول الله ﷺ و اصحابه (مفاهيم يجب ان تصحح ص 181)

کیونکہ لوگ (وفات یافتہ انبیاء اور اولیاء) سے محض یہ طلب کرتے ہیں

کہ اللہ عزوجل سے مطلوب حاجت میں وہ سبب بن جائیں اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا اور شفاعت اور توجہ کے سبب سے مطلوب کو پیدا کر دیں جیسا کہ نابینا وغیرہ کے قصوں سے معلوم ہوا جو نبی ﷺ سے طلب اور استغاثہ کرنے کے لیے اور آپ کو اللہ کے ہاں وسیلہ بنانے کے لیے آئے اور نبی ﷺ نے ان کی طلب پوری کی، ان کی دلداری فرمائی اور اللہ کے حکم سے ان کی مرادیں پوری فرمادیں اور ان میں سے کسی ایک کو یہ نہیں کہا کہ تم نے شرک کیا۔

یہی قصہ آپ ﷺ سے دوسری خرق عادت چیزیں طلب کرنے کا ہے جیسے بغیر دوا کے پرانے مرض کو ٹھیک کرنا اور ضرورت کے وقت آسمان سے بارش برسانا جب کہ اس وقت کچھ بادل نہ ہو اور اشیاء کی حقیقتوں کو بدل دینا اور انگلیوں سے پانی کو جاری کرنا اور کھانے کی مقدار زیادہ کر دینا وغیرہ۔ یہ چیزیں عادۃ انسان کی قدرت سے باہر ہیں، لیکن آپ ﷺ ان کو پورا فرما دیا کرتے تھے اور ان سے یہ نہیں کہتے تھے کہ تم شرک کر بیٹھے اور تم اپنے اسلام کی تجدید کرو کیونکہ تم نے مجھ سے ایسی چیز طلب کی ہے جس پر اللہ کے علاوہ کسی کو قدرت حاصل نہیں۔ تو توحید اور توحید سے خارج کر دینے والی چیزوں کے بارے میں اعتراض کرنے والوں کا علم کیا رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ سے بھی زیادہ ہے؟

(7) کسی رسول کے ذکر میں صرف اتنا کہنا کہ وہ بشر ہیں ناجائز ہے اور

جاہلی طریقہ ہے:

محمد علوی صاحب لکھتے ہیں:

”ان وصفه ﷺ بالبشرية يجب ان يقتربن بما يميزه عن

عامة البشر من ذكر خصائصه الفريدة و مناقبة الحميدة و هذا



لیس خاصا بہ ﷺ بل هو عام فی حق جمیع رسل اللہ سبحانہ و تعالیٰ لتکون نظرتنا الیہم لاثقة بمقامہم و ذلک لان ملاحظة البشرية العادیة المجردة فیہم دون غیرہا ہی نظریة جاہلیة شرکیة. (ہو اللہ، ص 84)

جب نبی ﷺ کا بشر ہونا ذکر کیا جائے تو واجب ہے کہ اس کے ساتھ آپ کے یکتا خصائص اور قابل تعریف مناقب کو بھی بیان کیا جائے تاکہ عامہ بشر سے آپ ممتاز ہو سکیں اور یہ حکم آپ ﷺ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے تمام رسولوں کے لیے یہی حکم ہے تاکہ ان کی طرف ہماری نظر ان کے مرتبے کے لائق ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسولوں کے بارے میں اور اوصاف کو چھوڑ کر محض عام بشریت کا لحاظ کرنا جاہلی اور مشرکانہ نظریہ ہے۔

ہم کہتے ہیں

کفار و مشرکین یہ کہتے تھے کہ یہ ہماری طرح کے بشر ہیں۔ یعنی 'ہماری طرح' کی قید لگا کر وہ نبوت اور دیگر کمالات کی نفی کرتے تھے۔ یہ نظریہ واقعی جاہلی اور مشرکانہ ہے لیکن اس قید کے بغیر کسی نبی کو محض یہ کہنا کہ ہو بشر (وہ بشر ہیں) جاہلی نظریہ نہیں ہے کیونکہ اس میں کمالات کی نفی نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ عدم ذکر ہے اور ضرورت کے وقت آپ ﷺ کے نوع انسانی میں سے ہونے کا اظہار ہے۔

(8) غیر اللہ کی قسم کھانا جائز ہے۔

محمد علوی صاحب لکھتے ہیں۔

”و یجوز ان یقسم علی اللہ بہ ولیس ذلک لاحد. (الذخائر المحمدیہ

جائز ہے کہ اللہ پر نبی ﷺ کے نام کی قسم کھائی جائے اور کسی اور کے لیے جائز نہیں۔

### حرف آخر

محمد علوی مالکی صاحب کے ان عقائد کو دیکھنے سے اس بات کو جاننا اور اس کا فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ وہ اہل سنت والجماعت سے یقیناً خارج ہیں اور جن لوگوں نے ان سے تعلق قائم کیا ہے ان پر لازم ہے کہ وہ ان سے بالفعل لا تعلقی اور بے زاری اختیار کریں اور اس کا عام اعلان کریں۔